عبداللہ طارق سہیل

''جگر لخت لخت''

● ہم خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے!

ہم خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا۔ ارے ارے یہ دروازے کے پیچھے کون ہے؟ بندوقچیوں کو بلاؤ...... اچھا بلّی تھی، بھاگ گئی۔ ارے بھئی اس بلّی کو بم سے اڑا دو، کم بخت خواہ مخواہ ڈراتی رہتی ہے۔ دیکھو ہمارے دلوں کی دھڑکن رکنے میں نہیں آ رہی۔ اچھا خیر۔ تو ہم سب کیا کہہ رہے تھے۔ ہاں ہم خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ بھئی سیکرٹریو! ہمارے بلٹ پروف ہیلی کاپٹر پر بلٹ روکنے والا دوسرا کوٹ بھی کرا دو۔ ایک کوٹ آج کل کے زمانے میں کافی نہیں ہے۔ اور یہ نواز خود کو کیا سمجھتا ہے۔ اس کی واپسی سے کوئی نہیں ڈرتا۔ ارے، وہ کھڑکی کے باہر کس کا سایہ پڑ رہا ہے۔ اچھا اچھا، بیل ہل رہی ہے۔ اس بیل کو کٹوا دو۔ اسے فاسفورس بم مار دو، کھڑکی پر بلٹ پروف ڈبل کوٹ کروا دو۔ وہ سب لوگ کتنے ناقابل اعتبار نکلے جو کہتے تھے نواز شریف کو برطانیہ سے اِدھر نہیں آنے دیں گے۔ ڈک چینی سے کہو کہ وہ بش سے بات کر کے برطانیہ والوں کو سمجھائیں۔ ویسے ہمیں نواز شریف کی آمد سے کوئی پریشانی نہیں۔ ہمارے سب ارکان پارلیمنٹ ہمارے ساتھ ہیں۔ نواز شریف نہ رکے تو وہ والا لا لگا دیں۔ وہ خود کو کیا سمجھتا ہے۔ کوئی اسے جا کر بتائے ہم خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

● اعجاز الحق کی مقبولیت اور خواہش:

اعجاز الحق کی مقبولیت لال مسجد کی فتح کے بعد جس طرح بڑھی ہے، اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اسی بنیاد پر انھوں نے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ وزیراعظم بنیں گے اور لوگ مجھے میری محبت میں وزیراعظم بنائیں گے۔ اس اعلان سے ثابت ہوتا ہے کہ انھیں وزیراعظم بننے کے لیے ق لیگ اور پیپلز پارٹی کے مشترکہ ٹکٹ کی ضرورت نہیں۔ اپنے زور سے ہی وزیراعظم بنیں گے۔

ان کے وزیراعظم بننے میں ویسے تو کوئی رکاوٹ نظر نہیں آتی لیکن جوڑی داروں کا مسئلہ ضرور ہے۔ لال مسجد کی فتح کے بعد مقبولیت کا جو طوفان آیا ہے اور اس میں ان کے ہمراہ بریگیڈیئر ریٹائرڈ جاوید اقبال چیمہ، طارق عظیم، جالندھری قاری، شیر افگن اور شیرپاؤ بھی شریک ہیں۔ چنانچہ عوام ان میں سے ہر ایک کو فوراً ہی وزیراعظم بنانے پر تل گئے ہیں بس ان کا بس نہیں چلتا۔

● قیامِ پاکستان کا مقصد:

ایک مرتبہ پھر یہ بحث چل رہی ہے یا چلائی جا رہی ہے کہ پاکستان کیوں بنا؟ ایک حلقے کا موقف ہے کہ یہ اسلام کے لیے بنا، دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ مسلمانوں کے معاشی حقوق کے تحفظ کے لیے بنا۔ دونوں فریق بحث میں مصروف ہیں۔ یہ کوئی نہیں سوچتا کہ دونوں میں سے ایک بھی مقصد پورا نہیں ہوا۔ نہ تو اسلام آیا نہ مسلمانوں کو معاشی حقوق ملے بلکہ جو تھوڑے بہت معاشی حقوق حاصل تھے وہ بھی فیوڈلز اور ان کے اتحادیوں نے چھین لیے اور یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ فیوڈلز اور ان کے اتحادیوں کا کوئی مذہب ہے نہ نظریہ۔ ثابت یہ ہوا کہ ملک ان دونوں میں سے کسی مقصد کے لیے نہیں بنا تھا۔ اس کا صرف ایک ہی مقصد تھا، وہی مقصد جس کو حاصل کرنے کا اعلان بار بار بلکہ ہر بار ق لیگ کے اجلاس میں کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ مقصد ایک بار نہیں، دس بار حاصل کریں گے اور موجودہ اسمبلیوں سے ہی کریں گے۔ چنانچہ ضرورت ہے کہ حکومت

ایک آرڈیننس کے ذریعے قیامِ پاکستان کا مقصد نوٹیفائی کر کے اس بے مقصد بحث کو ختم کر دے۔

● وزیر اعظم کا رمضان پیکیج، روشن خیال پہلو:

مبارک ہو وزیر اعظم شان وشوکت کے رمضان پیکیج پر عمل درآمد شروع ہو گیا ہے۔ آٹے سمیت ہر شے کی قیمت میں ۲۰ فیصد اضافہ ہو گیا ہے، بہت سی چیزیں غائب ہو گئی ہیں اور ابھی تو یہ رمضان پیکیج پر عملدرآمد کا پہلا مرحلہ ہے۔ رمضان آتے آتے اشیاء کی قیمتوں میں ہونے والا اضافہ سو فیصد سے کچھ زیادہ ہی رہے گا، بیچ رمضان کے یہ شرح ڈیڑھ سو فیصد ہو جائے گی۔ پھر ''عید پیکیج'' آئے گا، اس جھوٹ شاہ کے گروتھ ریٹ کا تازہ ہدف بھی پورا ہو جائے گا۔

رمضان پیکیج کا یہ صرف ایک پہلو ہے دوسرے پہلو پر ڈاکو عمل کر رہے ہیں۔ انھوں نے ''رفاہی'' سرگرمیاں بڑھادی ہیں یتیم خانہ چوک لاہور میں ڈاکوؤں نے باجماعت کارروائی کی، دکانوں اور راہ گیروں کو پورے اطمینان سے جی بھر کے لوٹا اور پھر اس سے بھی زیادہ اطمینان کے ساتھ خراماں خراماں اپنے گھروں کو تشریف لے گئے، ادھر فیصل آباد کے نواحی گاؤں میں ۱۳ ڈاکوؤں نے واردات کے دوران گینگ ریپ کا روشن خیال کارنامہ بھی انجام دیا۔ ہر طرح کی خوشحالی اور روشن خیالی کی وارداتوں میں شریک سورماؤں کی تعداد جس طرح بڑھ رہی ہے اوپر کے دو واقعات اس کی روشن مثال ہیں۔ پتا نہیں اپوزیشن کیوں کہتی ہے کہ ترقی نہیں ہو رہی اتنی ترقی تو امریکہ بھی آج تک نہیں کر سکا۔

● ''دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو'':

اسے کیا کہیے کہ حکومت نے وژن ۲۰۳۰ء کے نام سے ایک منصوبے کی رونمائی کی ہے اور اس موقع پر اس ''تکلیف دہ'' حقیقت کا اعتراف بھی کیا ہے کہ قوم نہیں تو ترقی کا کوئی جواز نہیں۔

قوم کی بات تو بعد میں پہلے یہ سوال اٹھتا ہے کہ ''دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو'' کی ۸ سالہ پالیسی کے کامیاب نتائج کے بعد یہ آگے کی طرف دیکھنے کا فیصلہ کوئی معنی بھی رکھتا ہے یا نہیں۔ قوم ۸ سال کے دوران ماضی کا زیادہ نہیں تو نصف صدی کا سفر تو ضرور ہی کر چکی ہے اور جب دنیا اکیسویں صدی کی پہلی سیڑھی چڑھ چکی ہے، ہم ۱۹۵۰ء کی دہائی میں واپس پہنچ چکے ہیں۔ فوجی حکومت، بھوکا بنگال جیسی غربت، ۳۰ کروڑ بھکاری کے ناول والی معیشت، یرقان زدہ وفاق، بھادوں کے بادل کی طرح تحلیل ہوتی قومی یک جہتی، ۱۸۵۰ء کے وسطی ہند جیسا امن وامان جب اس پورے علاقے میں امیر علی ٹھگ کی جماعت کا راج تھا، اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ۔ حضور آپ وژن ۲۰۳۰ء نہیں بلکہ وژن ۱۸۳۰ء کی بات کیجیے کہ آپ کی خوشحالی ٹرین کا رخ اسی طرف ہے۔ ویسے اقتصادی ماہرین نے وژن کی اصلاحات کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ دستاویز کچھ مددگار نہیں ہوگی۔ رہی قوم کے وجود اور ضرورت کا تکلیف دہ اعتراف کرنے کی بات تو کہا جا سکتا ہے کہ قوم کو تحلیل کرنے کی کوشش میں ناکامی کے بعد یہ اعتراف کرنا مجبوری تھا۔

● ڈاکٹر افگن:

ایوان میں ڈاکٹر افگن نے امریکہ کے خلاف جو بھاشن دیا، اپوزیشن نے اسے امام دین گجراتی کا نثری کلام سمجھ کر خوب داد دی، ورنہ تو یہ بات بچہ بھی سمجھتا ہے کہ صلیبیوں کے فرنٹ لائن اتحادی صلیب کے خلاف بات کرنے کا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں۔ اس مزاحیہ بے وزن، بے بحر، بے ربط اور بے نقط کلام کے اگلے روز سرکار کی اصلی پالیسی کھارجی وزیر کھرشید

کھاسری نے بتادی۔انھوں نے خلافِ معمول سچ اور صرف سچ کے سوا کچھ نہیں کہا، فرمایا: ہم امریکہ سے الگ نہیں جاسکتے۔ امریکی امداد نہ لی تو معاشی طور پر تباہ ہوجائیں گے۔اسرائیلی وزیر سے ملاقات ملکی مفاد میں کی۔واضح رہے کہ ملکی مفاد اور قومی مفاد ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔اس کے تحت قومی خزانے بھرے جاتے ہیں اور روشن خیال طاقتوں، مثلاً اسرائیل وغیرہ کی رضامندی حاصل کی جاتی ہے۔ان تین سچائیوں پر مبنی اتنی طویل تقریر میں کھرشید کھاسری نے کچھ دیگر صداقتیں بھی بیان کیں مگر وہ چنداں اہم نہیں ہیں۔

کھاسری صاحب کی اس تقریر کا ''کھلاسا'' یہ ہے کہ ہم امریکہ کا قرب نہیں چھوڑ سکتے' (جس طرح قاف لیگ وردی سے دور نہیں رہ سکتی) اور امریکی مدد قبول نہ کی تو معیشت برباد ہوجائے گی۔مطلب یہ کہ مزید برباد ہوجائے گی۔خاطر خواہ حد تک تو پہلے ہی برباد ہوچکی ہے۔اس ''کھلاسے'' کے حاشے میں صدر، وزیر اعظم کے وہ بیانات درج کیے جاسکتے ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ معیشت بحال کردی، ملک دیوالیہ ہونے سے بچالیا، کشکول توڑ دیا۔

● **جھوٹ اور آسکر ایوارڈ:**

جھوٹ بولنا ایک آرٹ ہے اور اس آرٹ پر اگر کبھی آسکر ایوارڈ بنا تو یہ کہیں اور نہیں جائے گا، پاکستان میں آئے گا۔ جھوٹ کی حد عبور کرنے کے بعد بولنے والے کے چہرے پر شرم یا خجالت نہیں، فخر ہوتا ہے، سر بلند کر کے جھوٹ بولتا ہے اور بولتا ہی چلا جاتا ہے، ٹی وی پر ایک ''خدمت نامہ'' چلتا ہے جس کی لائنیں کچھ اس طرح ہیں:

خدمت سے انکار نہیں
بیمار اب لاچار نہیں

حالاں کہ بیمار جتنا لاچار اب ہے' کبھی نہیں تھا اور پوری دنیا میں اس جیسی لاچاری کی کوئی مثال نہیں ملتی۔طبی سہولتوں سے عوام کو محروم کرنے کے میگا پراجیکٹ پر عمل کرنے والے، دواؤں کو ہزار فیصد مہنگا کرنے اور علاج کو ''لگژری'' آئٹم بنانے والے جب ایسے خدمت نامے ٹیلی کاسٹ کرتے ہیں تو یہی لگتا ہے کہ ان کے لیے ایک آسکر ایوارڈ کافی نہیں پورا ٹرک بھر کر پیش کرنا ہوگا۔

● **میرا وَس نہ زور:**

قاضی حسین احمد کافی دنوں سے سرنیوڑھا کر سیاست کر رہے ہیں۔وہ گھن گرج، وہ دھرنوں کے اعلانات، وہ زور آور بیانات اسی طرح ماضی کا قصہ بن گئے ہیں جس طرح جماعتِ اسلامی کی سٹریٹ پاور۔بس ڈرے ڈرے سہمے سہمے بیانات محتاط خطابات پر گزارا کر رہے ہیں۔ان سے کوئی پوچھتا ہے کہ قاضی صاحب! یہ آپ کو کیا ہوا تو وہ ٹھنڈی سانس بھر کر دھیمے سروں میں یہ شعر گنگنا دیتے ہیں:

میرا وَس نہ زور
فضلو دے ہتھ ڈور